کرکٹر وزیر اعظم کی ناکام کرکٹ پالیسی

تحریر: سہیل احمد لون

سیاست اور کرکٹ عوام میں اتنے مقبول ہیں کہ کسی بھی شخص کو موقع دیا جائے تو وہ کرکٹ کھیلنے میں جتنا بھی اناڑی ہو مگر کرکٹ پر تبصرہ کرنے اور ماہرانہ رائے دینے میں کسی بھی پیشہ ور کھلاڑی سے مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہوگا۔ اسی طرح ایک چھابڑی والے سے لیکر کسی بڑے تاجر تک، کلرک سے ڈائیریکٹر ، استاد سے چانسلر، مزدور سے صنعت کار، ہاری سے وڈیرے اور ایک فوجی سے لیکر جنرل تک سب کی سیاسی رگ بہت کام کرتی ہے۔ کرکٹ میں کبھی آف سیزن ہوتا ہے مگر سیاست سدا بہار شے ہے۔ کرکٹ اور سیاست کا آپس میں اتنا گہرا تعلق ہے کہ اب ہمارے سیاست دان سیاست کو کرکٹ اور کرکٹ کے کھلاڑی کھیل میں سیاست کرنا شروع ہو چکے ہیں گو کہ یہ دونوں کام پہلے ڈرائنگ روم میں ہی ہوتے تھے اب کھلے عام ہو رہے ہیں۔ دونوں میں ایک چیز مشترک ہے کہ کھلاڑی اور سیاست دان ملکی و قومی مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ کرکٹ اور سیاست دونوں میں عوام کا پیسہ ''انے واہ'' خرچ کیا جاتا ہے۔ سیاست میں اگر کوئی ''عوامی ووٹ'' کے ٹوپی ڈرامے سے منتخب ہو کر اقتدار کے ایوانوں میں داخل ہونے میں ناکام ہو جائے تو ایسے میں ''عوامی خدمت '' کرنے کے لیے وہ کسی نہ کسی چور راستے سے سینیٹ کے ممبر یا مشیر بن سیاست کا کھیل کھیلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ کرکٹ میں عوام کے ووٹ کی پرچی تو استعمال نہیں ہوتی مگر قومی ٹیم میں آنے کے لیے کسی نہ کسی پرچی کی ضرورت پڑتی ہے۔ ٹیم میں کارکردگی سے زیادہ کسی خادم اعلیٰ کے خاص خادم کی جی حضوری بنیادی شرط ہے، اگر کسی کے پاس اچھی تکنیک، فٹنس ،فارم کے ساتھ ساتھ ایمانداری کا لائسنس بھی ہے تو اس کے لیے ٹیم میں مستقل جگہ برقرار رکھنے کے لیے گاندھی کا بندر بننا شرط ہوتی ہے یعنی برائی یا کرپشن دیکھو تو آنکھیں بند کرلو، برائی کی بات سنو تو کان لپیٹ کر تپلی گلی سے نکل جاؤ، برائی کا ذکر کسی سے نہ کرو اور منہ پر بے بسی کا تالہ لگا کر رکھو۔ پرچی مارکہ یا کرپشن مافیا کے کھلاڑی اگر ٹیم کا حصہ نہ بن سکیں یا بوڑھے ہو جائیں تو وہ ایسے گھوڑے ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو بوڑھا تصور نہیں کرتے۔ اگر کوئی آن دی فیلڈ کچھ نہ کر سکے تو وہ چور راستے سے پی سی بی میں اعلیٰ عہدہ لے کر مزے کرتے ہیں۔ عوام کے پیسے پر پلنے والے یہ بوڑھے گھوڑے بدیسی دوروں میں سحری کے وقت کاسینو میں کھانا بھی کھاتے ہیں اگر وہ ایسا کریں گے تو کھلاڑی تو میچ سے قبل رات گئے تک مزے لوٹیں گے ہی ناں۔ اگر کوئی ان کی شکایت کر دے تو ایسے سرکش گھوڑوں کو لگام ڈالنے یا اس کی سرزنش کرنے کی بجائے ان کی طرف داری کی جاتی ہے۔ جیسے سیاستدانوں پر کرپشن کے الزامات بھی ہیں اور عدالتوں میں ان کے خلاف کیسز بھی چل رہے ہیں مگر پھر بھی وہ اقتدار کے ایوانوں میں بلا واسطہ یا بالواسطہ اپنا اثر ورسوخ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح کرکٹ میں بھی وہ کھلاڑی جو میچ فکسنگ ،سپاٹ فکسنگ اور دیگر غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث پائے گئے آج پی سی بی میں کلیدی عہدوں پر فائز ہیں۔ ہماری عوام جذباتی ہے اور جذبات میں انسان دل سے فیصلہ کرتا ہے، دماغ سے نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کرپشن میں مہارت رکھنے والے ان کو آسانی سے بار بار بے وقوف بنا لیتے ہیں۔

عالمی کرکٹ کی تاریخ کا طویل ترین ٹورنامنٹ ہوم آف کرکٹ انگلینڈ میں منعقد ہوا جس میں بالآخر کرکٹ کے موجد نے میدان مار ہی لیا، یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ عالمی کپ کیسے جیتے۔ گورے اس مرتبہ بھی عالمی کپ نہ جیتتے تو یہاں پر نہ عوام نے سڑکوں پر آ کر کھلاڑیوں کے پتلے جلانے تھے اور نہ ہی میچ ہارنے کے بعد اپنے ٹی وی سیٹ توڑنے تھے، کسی نہ سڑکوں پر آ کر ٹائر جلا کر منہ کالے بھی نہیں کرنے تھے۔

پاکستانی عوام جتنا جوش میچ ہارنے یا جیتنے کے بعد دکھاتی ہے اگر ایسا جوش اپنا حق لینے اور اپنے ساتھ ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھانے میں صرف کرے تو شاید ہمیں ان کرپٹ نظام سے نجات مل جائے۔ عمران خان نے اپنی کپتانی میں تینوں بار سیمی فائنل کے لیے کوالیفائی کیا اور ایک مرتبہ فائنل جیتنے کا بھی اعزاز حاصل کیا ۔ ویسٹ انڈیز کے سابق کپتان کلائیو لائیڈ نے تینوں بار ٹیم کو فائنل تک پہنچایا جس میں دو مرتبہ وہ ٹائٹل جیتنے میں کامیاب بھی ہوئے۔ عمران خان اور کلائیو لائیڈ میں ایک چیز مشترک تھی انہوں نے ٹیم سلیکشن اور کوچنگ پر کسی کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیا۔ آج ٹیم کے ساتھ درجن کوچ ہیں جو غریب عوام کے پیسے کو برباد کر رہے ہیں۔ ملک میں کرکٹ کے ٹیلنٹ کی کوئی کمی نہیں مگر کرپٹ نظام مستحق کھلاڑی کو آگے آنے نہیں دیتا۔ اگر کوئی معجزانہ طور پر ٹیم تک رسائی حاصل کر لے تو کرپٹ نظام اور سیاست کی نظر ہو جاتا ہے۔ گزشتہ کئی برسوں سے اکمل برادرز ٹیم کا حصہ ہیں جن کو ایک مافیہ کی سرپرستی حاصل ہے تاریخ کی بدترین وکٹ کیپنگ کرنے کے باوجود بھی وہ ٹیم کا حصہ رہتے ہیں۔ شعیب ملک بھی اسی مافیہ کا ایک مہرا ہے جسے پھر سے ٹیم میں لانے کی لابنگ ہو رہی ہے، شعیب ملک کو عالمی کپ تک چانس دیا گیا اور عمر اکمل کو سری لنکا کے خلاف ہوم سیریز میں موقعہ دیا گیا شکر ہے دونوں بری طرح فلاپ ہو گئے ورنہ اس وقت وہ آسٹریلیا کے دورے میں ٹیم کا حصہ ہوتے۔ 2006ء میں سرفراز احمد کی کپتانی میں U19 ورلڈ کپ بھارت کو فائنل میں ہرا کر جیتا ، فائنل کا ہیرو انور علی خان آج تک چار میچ لگاتار قومی ٹیم کے ساتھ نہیں کھیل سکا، 2004ء کے انڈر 19 کا فاتح بھی پاکستان تھا۔ 2010ء اور 2014ء میں بھی U19 کے ورلڈ کپ کے فائنل تک پاکستان نے رسائی حاصل کی مگر قومی ٹیم میں مستقل جگہ بنانے کے لیے ان کو 30 برس کی عمر تک انتظار کروایا گیا۔ ذوالقرنین حیدر اور سرفراز احمد کے ہوتے ہوئے اکمل برادرز سے وکٹ کیپنگ کروانا کرپشن اور سیاست کا ایک حصہ ہے۔ مصباح اور شاہد آفریدی کے ریٹائر ہونے کے بعد سرفراز احمد اپنی جارحانہ سٹائل اور ماضی میں ٹیم کو U19 کا ٹائٹل دلوانے کے انعام میں کپتانی سونپی گئی جو انہوں نے بڑے احسن طریقے سے کی اس وقت وہ قومی ٹیم کا حصہ نہیں مگر ٹیم کی حالیہ کارکردگی دیکھ کر لگتا ہے کہ ان کو شاید آخری موقع دیا جائے۔ U19 کے ورلڈ کپ میں پاکستان کے ہاتھوں ہارنے والی بھارتی ٹیم میں آج 5 کھلاڑی قومی ٹیم کا اہم رکن ہیں ویرات کوہلی نے بھارتی U19 ٹیم کو اپنی کپتانی میں ورلڈ کپ جتوایا آج وہ بھارتی ٹیم کا نہ صرف حصہ ہے بلکہ ٹنڈلکر کا ریکارڈ توڑتا دکھائی دیتا ہے وجہ یہ ہے کہ اسی ٹیم میں بڑھا کر کے نہیں لایا گیا۔ جسٹس قیوم کی رپورٹ میں جن کھلاڑیوں پر کرپشن کے داغ دھبے تھے وہ سیاست کی مشین میں ڈھل کر پاک ہو چکے ہیں اور آج پی سی بی میں موجیں کر رہے ہیں۔ ہماری اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ گزشتہ دو عالمی کپ میں سب سے زیادہ پاکستانی کھلاڑی کھیل رہے تھے' کیا دنیا کی کسی اور ریاست کے پاس اتنا ٹیلنٹ ہے کہ وہ ہر ورلڈ کپ میں اپنی ٹیم بنانے کے بعد بھی دوسرے ممالک کو ورلڈ کپ کیلئے سپلائی دے سکے؟ لیکن شاید بااختیار افراد کی ''سپلائی'' کی عادت نے منی کے ساتھ ساتھ ٹیلنٹ بھی سپلائی کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے ورنہ جو پاکستانی آسٹریلیا' افریقا' انگلینڈ ساوتھ افریقا اور

یو۔اے۔ای کو قابلِ قبول ہو سکتے ہیں وہ اپنے ملک میں قابلِ قبول کیوں نہیں؟ سیاست کی عینک لگا کر ٹیلنٹ دیکھنے والوں کو طویل قامت عرفان بھی تیس برس کی عمر کے بعد نظر آیا۔سعید اجمل کو بھی اس وقت چانس ملا جب شعیب ملک سے نجات ملی۔ جب تک سیاست کو کرکٹ اور کرکٹ کو سیاست سمجھ کر کھیلا جائے گا تو پھر دونوں کا بھگوان ہی حافظ ہے کہ جن کا اللہ حافظ ہو وہ ہرگز ایسے نہیں ہوتے اور پاکستان کا تو بھگوان بھی دنیا سے چلا گیا' کیا خوب انسان تھا۔پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں ایک کرکٹر وزیرِاعظم بنا مگر اس کے باوجود کرکٹ تنزلی کا شکار ہے۔حکومت کی کارکردگی کا جائزہ لیا جائے تو عمران خان کی سیاسی ٹیم کا معیار غیر معیاری ہونے کی وجہ سے کافی خراب ہے، امید ہے عمران خان کرکٹ کی طرح سیاسی کھلاڑیوں کو بھی میرٹ اور ٹیلنٹ کی بنیاد پر نوازیں گے ورنہ تبدیلی کا خواب چکنا چور ہو جائے گا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

17-11-2019